''قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل'' از قیوم نظامی: تجزیاتی مطالعہ

محمد خرم یاسین

Muhammad Khurram Yasin

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

"Many books have been written on the life and work of Mr. Muhammad Ali Jinnah to applause and appreciate his enthusiastic, meritorious and praiseworthy efforts in carving Pakistan on the map of the world. While books written after his demise remained associated with his acknowledgment, the critical books over his thoughts for a new state were also written. One of such books is "Quaid-e-Azam Bahasiat Governor General (Quaid-e-Azam as Governor General)." The said book is an attempt to critically evaluate thoughts and ideology of Mr. M. Ali Jinnah as first Governor General. This article is an analysis of the said book."

بانیٔ پاکستان محمد علی جناح الملقب بہ قائداعظم کی حیات وخدمات پر تا حال بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں اور ان میں مسلسل اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ محمد علی جناح کی وفات کے بعد شائع ہونے والی کتب میں سے بیشتر کا موضوعاتی تعلق ان کی خدمات کی تحسین ہی رہا ہے، البتہ بعد کی دہائیوں میں ایسی کتب بھی سامنے آئیں جن میں ان کے مختلف ادوارِ حیات پر تحقیقی و تنقیدی نظر ڈالی گئی۔ انھی کتب میں سے ایک کتاب ''قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل'' از قیوم نظامی ہے جس میں مختلف زاویہ نگاہ سے نئی مملکت کے لیے محمد علی جناح کے افکار و نظریات بحیثیت اولین گورنر جنرل، پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے مصنف قیوم نظامی کا پاکستانی صحافت اور سیاست سے گہرا تعلق رہا۔ وہ روزنامہ جنگ، جناح اور نوائے وقت میں گزشتہ دو دہائیوں سے کالم نگاری کرتے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ انھوں نے تاریخ، سیاست اور مذہب کے حوالے سے جو کتب تحریر کی ہیں ان میں مذکورہ بالا کے علاوہ ''خفیہ پیپرز'' (Secrate Papers)، ''جرنیل اور سیاستدان: تاریخ کی عدالت میں''، ''جو دیکھا جو سنا''، ''معاملاتِ رسول ﷺ''، ''پاکستان امریکہ بنتے بگڑتے تعلقات''، ''شہادت سے شہادت تک'' اور ''جو دل پہ گزری'' شامل ہیں۔

''قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل'' کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا جب کہ دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۴ء میں ادارہ ''کولیکشنز'' لاہور سے شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن مجلد اور دو سو سات (۲۰۷) صفحات پر مشتمل ہے جس میں تمام صفحات بشمول جلد کے

بعد پہلا صفحہ، دوسرا خالی صفحہ، تیسرا صفحہ ذیلی سرورق، انتساب، اس سے اگلا خالی صفحہ اور فہرست کے صفحات بھی شمار کیے گئے ہیں۔ فہرست چار صفحات پر مشتمل ہے جس سے قبل تین صفحات پر ''قارئین کی عدالت میں'' کے عنوان کے تحت مصنف کی دیباچہ نما تحریر موجود ہے جس میں اس کتاب کی تحریر کی غرض و غایت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے محمد علی جناح سے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب میں قائداعظم کی شخصیت کو ان کے فیصلوں اور اقدامات کی روشنی میں جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔'' (۱)

جب کہ روزنامہ نوائے وقت میں مذکورہ کتاب کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا تھا:

> ''پاکستان کے پہلے گورنر جنرل پر یہ پہلی مستند تحقیقی کتاب ہے جس میں قائداعظم کے فیصلوں اور اقدامات کی روشنی میں نئی ریاست کی تشکیل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان سیاسی، معاشی اور مذہبی محرکات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔ قائداعظم کی شخصیت و کردار، انتظامیہ، خارجہ پالیسی وفاق اور صوبوں کے تعلقات، سرکاری خزانے کا استعمال، قانون کی حکمرانی، افواج پاکستان، سرکاری ملازمین اور معیشت کے بارے میں قائداعظم کی پالیسیوں پر مبنی یہ کتاب تعمیر و تشکیل انسانیت کے لئے بہترین رہنما ہے۔'' (۲)

فہرست کی بات کی جائے تو اس میں طویل و مختصر ابواب نما بارہ مختلف عنوانات پر کتاب کو تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کے ذیلی عنوانات کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے۔ ان عنوانات میں سے کچھ کو باقاعدہ ابواب اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے صفحات کی تعداد دو (۰۲) تک بھی محدود ہے۔ کتاب کو مستند بنانے کے لیے حواشی و حوالہ جات کا سہارا لیا گیا ہے جو کہ فٹ نوٹ کی صورت میں ہر صفحے کے آخر پر دے دیے گئے ہیں۔ اس سے قارئین کو ایک سہولت یہ میسر ہو گئی ہے کہ انھیں حوالہ جات کی تلاش میں آخری صفحات کی ورق گردانی کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔

پہلے باب ''جناح سے قائداعظم تک ۔۔۔ سیاسی سفر'' کو چھبیس (۲۶) صفحات پر پھیلایا گیا ہے جس میں چھپن (۵۶) حوالہ جات موجود ہیں، دوسرے عنوان ''نامزد گورنر جنرل کا پاکستان کی جانب سفر'' کو دو صفحات (۰۲) پر جگہ دی گئی ہے اور اس میں دو (۰۲) ہی حوالے موجود ہیں۔ تیسرے عنوان ''پہلی دستور ساز اسمبلی'' کو بھی دو (۰۲) صفحات پر جگہ دی گئی ہے جس میں چھ (۰۶) حوالے شامل کیے گئے ہیں۔ چوتھا عنوان ''پہلا خطاب اگست ۱۹۴۷ء ۔۔۔ پاکستان کا منشور'' مختصر باب کی صورت میں آٹھ (۰۸) صفحات اور بارہ (۱۲) حوالوں پر محیط ہے جب کہ پانچواں عنوان ''پہلی وفاقی کابینہ'' چار صفحات (۰۴) اور پانچ (۰۵) ہی حوالوں پر پھیلایا گیا ہے۔ اسی طرح چھٹا عنوان ''قائداعظم کا تصور پاکستان ۔۔۔ سیاسی، معاشی، مذہبی بنیادیں'' طویل باب کی شکل میں ہے جس کے صفحات کی تعداد سنتالیس (۴۷) ہے اور اس میں شامل حوالوں کی تعداد ایک سو انتیس (۱۲۹) ہے۔ ساتواں باب ''نئی ریاست کی تشکیل ۔۔۔ بنیادی فیصلے اور اقدامات'' ترپین (۵۳) صفحات اور ایک سو سینتالیس (۱۴۷) حوالوں، آٹھواں باب بعنوان ''خارجہ پالیسی'' چودہ (۱۴) صفحات اور ساٹھ (۶۰) حوالوں اور نواں مختصر باب ''قائداعظم اور افواجِ پاکستان'' چھ (۰۶) صفحات اور اٹھارہ (۱۸) حوالوں کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ دسواں باب ''قائداعظم

، شخصیت اور کردار'' اٹھارہ صفحات (۱۸) اور اکسٹھ (۶۱) حوالوں، گیارہواں عنوان ''ایک قوم کی تلاش'' تین (۰۳) صفحات اور چھ (۰۲) حوالوں جبکہ آخری مختصر باب'' قائداعظم سال بہ سال'' سات (۰۷) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں قائداعظم کی حیات کو سال بہ سال تاریخی اندراج کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

موضوعی حوالے سے کتاب کا غائرنظری سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصنف کے پیشِ نظر اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد محمد علی جناح کا وہ تصورِ پاکستان تھا جو مسلم ریاست کے روپ میں سامنے آیا نہ کہ اسلامی ریاست کے۔ قیوم نظامی نے اپنے موقف کی تائید میں تاریخی حوالے بھی پیش کیے ہیں اور ان دونوں تصورات میں واضح فرق کو بھی بیان کیا ہے۔ پیش کی گئی معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ذہن میں تحریکِ پاکستان کے کیا مقاصد تھے، انھیں کس طرح کا پاکستان چاہیے تھے اور اس خواب کو وہ کس طرح شرمندہ تعبیر کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں ان کی فوج اور بیوروکریسی سے کس قسم کی توقعات تھیں۔ مصنف نے اس سلسلے میں جو حوالے پیش کیے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال ہی کے منشور پر تھے اور وہ منشور اسلام کے حوالے سے یہ تھا کہ ایسی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں اسلام کے اصولوں کو عملی طور پر اپنایا جائے، عدل وانصاف کا دور دورہ ہو اور ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق آگے بڑھنے کے مواقع میسر ہوں نا کہ محض ذہنیت مبنی بر ملائیت محض اسلامی ریاست کا نعرہ ہی لگایا جائے۔ وہ اس حوالے سے ترقی اور جدت پسند تھے، جدید دنیا کے ساتھ چلنا چاہتے تھے لیکن انھوں نے یہ کبھی نہیں چاہا کہ جدیدیت کا نعرہ لگا کر مسلمان اسلام سے رشتہ توڑ دیں اور ریاست کے حوالے سے بالخصوص اسلامی اصولوں کی پیروی نہ کریں۔ کتاب کے مزید مطالعے سے قائداعظم محمد علی جناح کی اسی پس منظر میں یہ سوچ بھی کارفرما نظر آتی ہے کہ کہیں یہاں ملائیت کے نظام میں مختلف مسالک میں بٹے مسلمان ایک دوسرے کے درپہ نہ ہو جائیں بلکہ اس کے بجائے اسلام کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہیں۔

عنوانات کے تحت چھوٹے بڑے ابواب کی بات کی جائے تو سب سے پہلے ان کی ابتدائی زندگی کے حالات نہایت مختصر اور جامع انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں پیدائش، ابتدائی تعلیم، سولہ سال کی عمر میں شادی، اعلیٰ تعلیم کے لیے لنکنز ان میں داخلہ، وہاں سے واپسی پر دادا بھائی نوروجی سے متاثر ہو کر ان کے ساتھ کام کرنا، شیکسپیئر تھیٹریکل کمپنی میں ملازمت اور والد کے خط کے بعد اسے ترک کرنا، لندن قیام کے دوران والدہ کی وفات اور ملازمت کے سلسلے میں مشکلات کا ذکر مستند حوالوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس میں کچھ نئے انکشافات بھی ہیں جو یقیناً ان کی شخصیت کی کئی نئی پرتیں کھولتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

> ''جناح لندن میں کرسمس کی ایک تقریب میں شریک تھے۔ ایک انگریز خاتون نے ان سے بغل گیر ہو کر بوسے کی فرمائش کی۔ جناح نے انکار کر دیا اور کہا ان کی سماجی اخلاقیات انھیں ایسی حرکات کی اجازت نہیں دیتی۔'' (۳)

محمد علی جناح ساری زندگی والدین کا احترام کرتے رہے اور اپنے شوق بھی اس پر قربان کیے۔ ایک نمونہ ملاحظہ کیجیے:

> ''وہ شیکسپیئر کے ڈراموں میں اسٹیج پر جا کر ڈائیلاگ پڑھتے۔ جناح کے والد کو علم ہوا تو انھوں نے سخت خط لکھا۔۔۔ جناح نے خط کے بعد یہ ملازمت چھوڑ دی۔'' (۴)

ان کی جستجو، لگن اور عزمِ مصمم کے بارے میں ان کے سینئر اور پہلے مسلمان چیف جسٹس ایم سی چھاگلہ کا بیان ملاحظہ کیجیے:

''وہ جس طرح اپنا مقدمہ پیش کرتے تھے وہ ایک فن پارے سے کم نہ ہوتا۔'' (۵)

کاروباری ایمانداری کا نمونہ ملاحظہ کیجیے جس میں اپنی فیس سے زیادہ رقم ملنے کی صورت میں واپس کر دی:

''یہ رقم جو آپ نے ادا کی۔۔۔ یہ میری فیس ہے۔۔۔ یہ ہے بقایا رقم'' (۶)

اس کے بعد ان کی سیاست میں دلچسپی، برصغیر کی سیاست سے دلبرداشتہ ہو کر لندن روانی، وہاں قیام اور مصروفیات اور پھر سے قوم وملت کی محبت میں واپسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں علامہ محمد اقبال کے ان خطوط کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو محمد علی جناح کو قائداعظم بنانے میں بطور محرک کام آئے۔ اسی کے ساتھ ان کے برصغیر لوٹنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں پہلی دستور ساز اسمبلی کی فعالیت پر بات کی گئی ہے۔ یہ اسمبلی آزاد اور ہر قسم کے سیاسی دباؤ سے پاک تھی۔ اس کے بعد ان کے اس اسمبلی سے پہلے خطاب کو تنقیدی و تحقیقی حوالے سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنف نے اس خطاب کو تاریخی حوالے سے نہایت اہم قرار دیا ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

''آپ خود مختار قانون ساز ادارہ ہیں اور آپ کو جملہ اختیارات حاصل ہیں۔'' (۷)

''ہماری حالت بہت ہی خراب ہے وہ رشوت ستانی اور بدعنوانی ہے۔ دراصل یہ ایک زہر ہے۔ ہمیں نہایت سختی سے اس کا قلع قمع کر دینا چاہیے۔'' (۸)

اس کے بعد چور بازاری کی مذمت اور تقسیمِ برصغیر پر اعتراض کرنے والوں کو یہ نصیحت کہ انھیں پاکستان کا وجود تسلیم کر لینا چاہیے اور نئے جوش و ولولے کے ساتھ اس کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اقلیتوں کے تحفظ اور مذہبی آزادی کے حوالے سے بھی اظہارِ خیال کیا۔ لکھتے ہیں:

''اس مملکت میں آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں، آپ کا کسی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبار مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔'' (۹)

اس پر مصنف نے یہ تبصرہ بھی کیا ہے کہ جن مسائل کا ہم اس وقت شکار تھے، آج بھی انھی مسائل میں مبتلا ہیں۔ ایک اور حقیقت کا انکشاف کے۔ کے عزیز (K.K Aziz) کے حوالے سے یہ بھی کیا ہے کہ افکارِ قائد جو ان کی تحاریر سے عیاں تھے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا یہ خطاب سیکولر کے بجائے اسلامی خطاب کیا تھا۔ اس کے بعد تفصیلاً قائدِ اعظم کے تصورِ پاکستان کی سیاسی، معاشی اور مذہبی بنیادیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سیاسی حوالےس وہ مذہب کو محض ڈھال بنا کر ذاتی مفادات حاصل کرنے کے خلاف تھے اور ایسی ملائیت کے بھی خلاف تھے جو محض تاریخ یا تصویر کا ایک رخ دیکھ کر فیصلہ کر دیں اور لوگوں کا اجتماعی سطح پر نقصان کرتے ہیں۔ علامہ اقبال اور قائداعظم دونوں ہی کے اس حوالے سے خیالات یوں لکھتے ہیں:

''علامہ محمد اقبال ملائیت کے خلاف تھے اور جدید جمہوری، فلاحی ریاست میں یقین رکھتے تھے جس کی بنیاد اسلامی سماجی انصاف کے اصولوں پر رکھی گئی ہو۔ قائداعظم تحریک خلاف سے اس لیے الگ تھلگ رہے کیوں کہ وہ مذہب کو سیاست میں شامل کرنا جرم تصور کرتے تھے۔۔۔ قائداعظم سیاست کے لیے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کے خلاف تھے اور

گاندھی کے ساتھ بھی ان کا بنیادی اختلاف اسی وجہ سے تھا۔'' (۱۰)

پیش کیے گئے بہت سے حوالوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ محض مذہبیت کا نعرہ لگا کر پہلے سے فرقوں میں بٹے ہوئے مسلمانوں کی دشواریاں اور زیادہ نہیں بڑھانا چاہتے تھے مزید یہ کہ اس میں غیر مسلم بھی چونکہ لازماً آبادی کا حصہ بننے والے تھے اور انھیں ایک اقلیت کے طور زندہ سلامت رہنے کا حق تھا اس لیے بھی انھوں نے روایتی ملائیت کی بات نہیں کی تھی۔ اقلیتوں کے حوالے سے ملاحظہ کیجیے:

> ''اقلیتوں کو پوری پوری حفاظت اور تحفظ ملنا چاہیے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہماری تاریخ اور ہمارے پیغمبرﷺ نے اس کا واضح ترین ثبوت پیش کر دیا ہے۔۔۔'' (۱۱)

اسی طرح متعدد حوالہ جات جیسے کیبنٹ مشن پلان کو قبول نہ کرنا، نوائے وقت کے ایڈیٹر حمید نظامی کا قادیانیوں کے حوالے سے موقف، ۲۱ جولائی کو مسٹر ڈون کیمپ بیک کو انٹرویو میں اسلامی ریاست کے حوالے سے وضاحت، ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو دہلی میں نامزد گورنر جنرل کے حوالے سے پریس بریفنگ، دستور ساز اسمبلی میں خطاب اور اس ایسے بہت سے حوالوں سے یہی موقف ثابر کیا ہے کہ وہ پاکستان کو کس طرح اتحاد و یگانگت کی علامت سمجھتے تھے۔ مصنف کے مطابق صرف اور صرف ایک مرتبہ قائداعظم نے فروری ۱۹۴۸ء کو امریکن ریڈیو سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کو اسلامی ریاست کہا لیکن سینکڑوں مرتبہ اسے دیگر کئی اور جگہوں پر مسلم ریاست کہا جس کی وجہ وہی ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا۔ یعنی ایسی ریاست جہاں اسلام کے اصولوں کی روشنی میں حکومت قائم کی جائے اور اسلام کا بول بالا ہو۔ اس کے فوری بعد مستند حوالہ جات کے ساتھ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ محض مذہب ہی حصولِ پاکستان کی ایک وجہ نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں معاشیات اور تہذیب و تمدن بھی شامل رہا تھا۔ اس کے بعد تشکیلِ پاکستان کے بعد بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ ان مسائل میں بھی محمد علی جناح کو ایک ایسے لیڈر کے روپ میں دکھایا گیا ہے جو حالات کا شکوہ کناں نہیں بلکہ امید کا پیکر ہے اور کفایت شعاری، حکمت عملی اور وطن سے محبت کے ذریعے مسائل کا حل چاہتا ہے۔ مثلاً سرکاری ملازمین کے لیے رہنما اصول کے حوالے سے ملاحظہ کیجیے:

> ''سیاست سے الگ رہیں اور عوام کی خدمت کریں۔ عوام کے حاکم نہیں بلکہ ان کے نوکر بن کر رہیں۔ اپنے فرائض منصبی کے دوران کسی دباؤ میں نہ آئیں۔ اقربا پروری اور رشوت ستانی سے دور رہیں اور میرٹ پر فیصلے کریں۔'' (۱۲)

اسی طرح سرکاری خزانے کے حوالے سے ان کی احتیاطیں اور حکمتِ عملی اور تمام صوبوں کا مرکز یا وفاق سے گہرے تعلق کا ذکر کیا گیا ہے۔ بالخصوص بنگال کے مسائل کا بیان بھی دہرایا گیا ہے۔ صوبائیت اور معیشت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے انھوں نے اس بات کو خلاصے کی صورت میں اس طرح سے پیش کیا ہے:

> ''قائداعظم ایسے معاشی ماڈل میں یقین رکھتے تھے جو تمام شہریوں کو ترقی کرنے کے مساوی مواقع فراہم کرتا ہوا اور معاشی انصاف پر مبنی ہو۔ وہ ایسے معاشی نظام کے سخت مخالف تھے جو امیروں کو امیر تر اور غریبوں کو غریب تر کرنے کا سبب بنے۔'' (۱۳)

آخر میں قائداعظم محمد علی جناح کے حوالے سے مختلف لوگوں کی آرا بطور تحسین پیش کر کے اس کتاب کا اختتام کیا گیا

ہے۔ کتاب کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ پاکستان بطور مسلم ریاست کے حوالے سے افکارِ محمد علی جناح کی نمائندگی اور نشاندہی کرتی ہے جس کی روشنی میں پاکستان کے عوام وخواص مستقبل کا لائحہ عمل طے کر سکتے ہیں۔ ان کی اسلام کے رہنما اصولوں کی روشنی میں پاکستان کے آئین کی تیاری اور نظام کو چلانے کی خواہش کے مستند حوالوں سے اس بحث کا بھی اختتام ہو جاتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے خواہاں تھے یا سیکولر ریاست چاہتے تھے۔ اس کتاب کو اردو قارئین کے لیے ایک تحفہ اور تاریخِ پاکستان کے حوالے سے ایک نیا اضافہ کہا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قیوم نظامی، قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل، لاہور: کولیکشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۷

۲۔ نوائے وقت، روزنامہ، لاہور: ۱۵ اکتوبر، ۲۰۱۰ء

۳۔ فاطمہ جناح، میرا بھائی، اسلام آباد: نیشنل آرکائیوز، بحوالہ قیوم نظامی، قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل، لاہور: کولیکشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۱۷

۴۔ قیوم نظامی، قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل، ص:۱۷

۵۔ ایضاً، ص:۱۸

۶۔ ایضاً، ص:۱۹

۷۔ ایضاً، ص:۴۶

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً، ص:۴۸

۱۰۔ ایضاً، ص:۵۹

۱۱۔ ایضاً، ص:۶۷

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۱۲

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۵۲

☆......☆......☆